خواب کی شرعی حیثیت

مؤلف

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ

(م: ۲۸؍ستمبر ۲۰۱۳ء)

(بانی: مدرسہ سراج العلوم، چھپرہ، ضلع مئو، یوپی)

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تفصیلات

نام کتاب	:	خواب کی شرعی حیثیت
مؤلف	:	حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمہ
مرتب	:	مولانا ضیاء الحق خیرآبادی
صفحات	:	32
طبع اول	:	۲۰۰۸ء
طبع دوم	:	۲۰۱۵ء
ناشر	:	مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
قیمت	:	40/=

ای میل: **zeyaulhaquekbd@gmail.com**

ملنے کے پتے

☆ فرید بک ڈپو پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲

☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

☆ مدرسہ سراج العلوم چھپرہ ضلع مئو یوپی 9235327576

☆ مکتبہ الفہیم صدر چوک مئوناتھ بھنجن 9236761926

☆ مولانا محمد خالد قاسمی مکتبہ دارارقم، اسلام آباد (ڈکہا) جون پور 9554983430

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواب کی شرعی حیثیت

دن بھر کا تھکا ماندہ انسان جب رات کو بسترِ راحت پر پہونچتا ہے، تو ایک لطیف وخوشگوار چیز اس کے جوڑ جوڑ میں سرایت کرتی محسوس ہونے لگتی ہے، دماغ پر ایک بخار سا چھا جاتا ہے، اور آنکھیں بند ہونا شروع ہوجاتی ہیں، اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے آدمی بے خبر اور بے خود ہوکر اپنے ہوش وحواس سے ماوراء کسی اور دنیا میں جاپہونچتا ہے، یہ کیفیت ہر شخص پر روزانہ گذرتی ہے، اسی کو ''نیند'' کہتے ہیں۔ نیند کی حقیقت کیا ہے؟ اَطباء اپنے فن کے لحاظ سے اس کے متعلق کوئی نظریہ رکھتے ہوں گے، مگر ہماری گفتگو کا رُخ دوسرا ہے، ہمیں اس کا اور اس کے متعلقات کا تجزیہ شرعی نقطۂ نظر سے کرنا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ نیند صرف حواس کے تعطل اور ذہن ودماغ کی راحت جوئی کا نام ہے یا کوئی ایسی حقیقت ہے جو اپنے اندر کوئی مثبت پہلو بھی رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کی بعض آیات اپنے اندر اجمالی اشارے رکھتی ہیں۔ ارشاد ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰیٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (سورہ زمر)

اللہ کھینچ لیتا ہے، جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں۔ پھر رکھ چھوڑتا ہے، جن پر مرنا ٹھہرایا ہے، اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقررہ تک۔ (ترجمہ شیخ الہند)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ

لِيُقْضٰى أَجَلٌ مُسَمًّى ۔ (سورہ انعام)

اور وہی قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں، اور جانتا ہے جو کچھ کر چکے ہو دن میں، پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں تا کہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے۔

ان دونوں آیات سے یہ بات صاف مفہوم ہوتی ہے کہ نیند کی حالت میں انسان کی روح اور جان کا تعلق عارضی طور پر اس کے جسم سے منقطع ہو جاتا ہے، بدن کا یہ تعطل اور ذہن و شعور کی یہ بے خبری اسی روح کے نکل جانے کی وجہ سے ہوتی ہے، پھر جس کی موت اسی حال میں منظور ہوتی ہے اس کی روح وہیں روک کر واپسی کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے، اور جس کو ابھی زندہ رکھنا منظور ہوتا ہے اسے واپسی کی اجازت مل جاتی ہے، گویا نیند ایک چھوٹے پیمانے کی موت ہے۔ اسی بنا پر یہ مقولہ مشہور ہے کہ ''**النوم اخو الموت**'' نیند موت کی بہن ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب روح کا رشتہ جسم سے کٹ گیا تو اس کو مردہ ہونا چاہئے، نہ سانس کی آمد شد ہو، نہ دل کی دھڑکن ہو، نہ نبض متحرک رہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سو جانے کے بعد احساس و شعور تو ضرور معطل اور جامد ہو جاتا ہے، مگر زندگی کا سارا نظام اُسی انداز پر چلتا رہتا ہے جیسا کہ بحالت بیداری! آخر روح کا یہ کیسا سفر ہے کہ جسم سے اس کا رشتہ برابر اُستوار رہتا ہے، اس اشکال کو حل کرنے کے لئے امام بغویؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک تفسیری جملہ نقل کیا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

> ''نیند میں روح نکل جاتی ہے، مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے، جس سے حیات باطل نہیں ہونے پاتی (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے، جو موت کے وقت نکلتی ہے، لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے'' واللہ اعلم (فوائد عثمانی ص: ۶۰۰، سورہ زمر)

قاضی بیضاویؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

''انسان کے اندر دو چیزیں ہیں، نفس اور روح ، اور ان دونوں میں سورج کی شعاعوں جیسا تعلق ہوتا ہے، نفس تو وہ ہے جس کے ذریعے عقل اور تمیز کا وجود ہے، اور روح وہ ہے جس پر نفس اور عبادت کا مدار ہے، موت کے وقت نفس اور روح دونوں بدن سے الگ ہوجاتے ہیں، اور نیند میں صرف نفس کا رشتہ جسم سے منقطع ہوتا ہے۔'' (بیضاوی، ج:۵،ص:۲۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی انسان کے ان دونوں اجزاء کی تفصیل وتوضیح اپنی شاہکار تصنیف ''**حجة الله البالغة** ''میں کی ہے۔انھوں نے روح کے دو درجے قائم کئے ہیں، پہلے درجہ کو وہ ''روح'' ہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہ اللہ کی بارگاہِ خاص یعنی ''عالم امر'' کی مخلوق ہے جو اللہ کے امر ''کن '' سے آموجود ہوتی ہے، اس کو قرآن میں ان لفظوں سے تعبیر کیا گیا ہے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل)

کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

اس کو شاہ صاحب ''روحِ حقیقی'' کہتے ہیں۔روح کا دوسرا درجہ وہ ہے، جس سے جسم چلتا پھرتا، حرکت کرتا، کھانا کھاتا اور ہضم کرتا ہے، اسی سے نبض اچھلتی اور بدن میں حرارت قائم رہتی ہے، دل کی دھڑکن، خون کا دوران، سانس کی آمد ورفت اسی کی رہین کرم ہے۔ یہ روح باقاعدہ ایک شکل وصورت رکھتی ہے، اور ٹھیک وہی صورت رکھتی ہے جس پر جسمانی ڈھانچہ ڈھلا ہوا ہوتا ہے ، اس روح کو شاہ صاحبؒ ''روحِ حقیقی'' کا مرکب (سواری) قرار دے کر اس کا نام ''روحِ ہوائی'' یا ''نسمہ'' رکھتے ہیں۔اس طرح موصوف کے نزدیک انسانی وجود کے تین درجے ہوجاتے ہیں۔

(۱) **جسم**: جو عناصر اربعہ (آب وآتش، باد وخاک) سے مرکب ہے، یہ محض مادی

اور ارضی چیز ہے، ''عالمِ امر'' سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) نسمہ: یہ چیز جسم کے لئے مدارِ زندگی ہے، اسی سے نبض چلتی اور حرارتِ غریزیہ قائم رہتی ہے، حیوانی زندگی کی بقاء اسی پر موقوف ہے۔

(۳) روح: یہ ایک حقیقت ہے جو خداوند تعالیٰ کی بارگاہِ خاص یعنی ''عالم امر'' یا ''عالم ملکوت'' سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا اصل مستقر نسمہ ہے اور اس کے واسطے سے بدنِ انسانی کو بھی مستقر کہتے ہیں، آدمی کا رشتہ اسی کے واسطے سے خدا اور فرشتوں سے قائم ہوتا ہے۔ (حجة الله البالغة)

اس نظریہ کے لحاظ سے آدمی جب نیند میں غرق ہوتا ہے تو اس کی روح جسم کو چھوڑ کر چل دیتی ہے اور جسمانی حیات کو برقرار رکھنے کے لئے ''نسمہ'' باقی رہ جاتا ہے، پھر اللہ کے حکم سے بیداری کے وقت روح واپس آجاتی ہے۔

یہ تین نظریات ہم نے روح کے متعلق ذکر کئے ہیں۔ الفاظ وتعبیر کا فرق ہے ورنہ درحقیقت تینوں کا ماحصل اور نتیجہ ایک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدن سے روح کے نکل جانے کے بعد جسم میں اس کی تاثیر بذریعہ شعاعوں کے تسلیم کرتے ہیں۔ گویا جسم میں روح کی شعاعیں اور کرنیں موجود ہوتی ہیں اور وہی کرنیں حیاتِ انسانی کو فنا ہونے سے بچائے رکھتی ہیں۔ آپ انھیں شعاعوں کو چاہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں ''روح'' اور شاہ صاحبؒ کی تعبیر میں ''نسمہ'' کہہ لیں، فی الواقع یہ تینوں ایک ہی حقیقت کے تین عنوان ہیں۔

کائنات کی تفصیل:

ہماری اس گفتگو کے بعد ایک سوال خود بخود ذہن میں خلش پیدا کرنے لگتا ہے، وہ یہ کہ بدن سے روح نکل کر جاتی کہاں ہے؟ اس کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کائنات کی قدرے تفصیل بیان کی جائے۔

کائنات اور عالَم ان تمام چیزوں کا ااجمالی عنوان ہے جنھیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے، زمین وآسمان، انسان وجنّات، اَرواح وملائکہ، جنت ودوزخ، عرش وکرسی سب اس میں داخل ہیں، یہ پورا مجموعہ اصولی طور پر اپنے اندر تین قسمیں رکھتا ہے۔

ایک قسم تو عالم کا یہ حصہ ہے، جس میں ہماری زندگی گذر رہی ہے، جس میں ہم سانس لیتے، چلتے پھرتے اور کھاتے سوتے ہیں، رنج والم سے دوچار ہوتے اور خوشی ومسرت سے ہم کنار ہوتے ہیں، اس کا مختصر عنوان ''دنیا'' ہے۔

دوسری قسم عالم کا وہ حصہ ہے، جو موجود مخلوق اس وقت بھی ہے، تاہم اس میں انسان کا داخلہ قیامت کے بعد ہوگا، جب یہ دنیا معدوم ہوچکی ہوگی۔ وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اس دنیا سے بالکل جداگانہ چیز ہے، عالم دنیا کی مادی کثافت رکھتے ہوئے ہم وہاں کا مشاہدہ اس کی اصلی شکل وصورت میں کرنے کی تاب نہیں رکھتے، وہاں کی مخلوقات جنت ودوزخ، عرش وکرسی، لوح وقلم وغیرہ ہیں، اس کا نام زبانِ شرع میں ''آخرت'' ہے۔

تیسری قسم: انسان اپنے وجود کے ساتھ رہتا ہے تو اس دنیا میں، مگر اس کا مقصدِ تخلیق یہ دنیا اور اس کا ساز وسامان نہیں ہے، اس کا اصل مستقر اور جائے قیام عالم آخرت ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ جس دنیا میں یہ بود وباش رکھتا ہے، اس کی مادی کثافت میں آلودہ رہ کر اپنے اصل مستقر کی خوبو بالکل نہیں محسوس کرسکتا، اور نہ وہاں کی کسی چیز سے فائدہ اٹھا سکتا، کیونکہ ان دونوں عالموں میں کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان بطور واسطہ کے اللہ تعالیٰ نے ایک اور عالم پیدا کیا جس کا تعلق عالم آخرت سے بھی ہے اور عالم دنیا سے بھی۔ اس کو ''عالم مثال'' یا ''عالم برزخ'' یا ''عالم قبر'' کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات کے اشاروں اور احادیث کی تصریح سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے ''عالم مثال'' پر عمدہ تحقیق کی ہے، ہم مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اوراس کے لشکر کی غرقابی کے بعدان کاان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔(سورہ مومنون)

جہنم پروہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔

جہنم پر صبح وشام پیش کئے جانے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی جہنم میں ڈالے نہیں گئے ہیں، بس صبح وشام ان کو جہنم کے کنارے کھڑا کر کے نظارہ کرادیا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہاری اصل اوردائمی اقامت گاہ! اس کو دیکھ دیکھ کر وہ ہول کھاتے رہتے ہیں، پھر قیامت کے فیصلے کے بعدانھیں ہمیشہ کیلئے اس میں جھونک دیا جائے گا۔اب ظاہر ہے کہ نہ وہ عالم دنیامیں ہیں،اورنہ عالم آخرت ہی میں، پھرکہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ کوئی اوردنیا ہے، اسی کا نام''عالم قبر'' ہے۔

رسول اللہ ﷺ کومعراج خواب میں بھی ہوئی ہے، اس میں بکثرت اس قسم کے واقعات پیش آئے ہیں کہ کوئی جماعت اپنے پاداشِ عمل میں کوئی عذاب بھگت رہی ہے، کھلی بات ہے کہ ان واقعات کاتعلق نہ تو موجودہ دنیا سے ہے نہ جنت ودوزخ سے ہے، جس عالم میں یہ سب حقائق ظاہرہورہے ہیں، وہ عالم مثال ہے۔

عالم مثال میں ارواح ومعانی اورحقائق کو نیز افعال کو جواس دنیامیں کوئی محسوس شکل وصورت نہیں رکھتے، خاص خاص لباس ان کے مناسب عطا کئے جاتے ہیں جس میں ملبوس ہوکر وہ محسوس شکل وشباہت کے پیکر میں جلوہ گر ہوجاتے ہیں، مثلاً نماز کوخوبصورت عورت کا قالب عطا کردیا جاتا ہے، نیک اعمال حسین وجمیل مَردوں کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔حیوانی صفات مثلاً خونخواری وقساوت کسی درندہ کا ڈھانچہ اختیار کرلیتی ہے، شہوت کوخنزیرکا ہیکل مل جاتا ہے،کمینگی لومڑی کی صورت میں نمودکرتی ہے،احادیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔مثلاً سورۂ ملک اورسورۂ الٓم سجدہ بڑے بڑے پرندوں کی شکل میں آکر پڑھنے والے کی حفاظت کرتی ہے،غرض ان تمام معانی وحقائق کوجنھیں ہم

مادی صورتوں سے عاری دیکھتے ہیں ان کے مناسب الگ الگ قالب عنایت کردئے جاتے ہیں۔اہل علم حضرات اس کوخوب جانتے ہیں۔

آدمی کی روح نینداور موت کے دروازے میں داخل ہوکر اسی عالم مثال میں پہونچتی ہے، ابھی آپ سن چکے ہیں کہ وہاں بھی بہت سی مخلوقات اپنی اپنی صورتوں میں اقامت گزیں ہیں، یہ روح وہاں پہونچ کر اس عالم کے بہت سے مناظر دیکھ بھی لیتی ہے، مختلف آدمیوں سے ملاقاتیں ہوجاتی ہیں، کبھی اچھے حالات اور اچھے لوگ ملتے ہیں تو روح خوش ہوجاتی ہے، کبھی تکلیف دہ حالات اور بدارواح سے ٹکراتی ہے تو رنج والم سے دوچار ہوتی ہے۔مرکرتو روح وہیں روک لی جاتی ہے، اورسونے والے کی روح واپس کردی جاتی ہے، یہ شخص جب بیدار ہوتا ہے، تو وہاں کے جو حالات اور واقعات یاد رہ جاتے ہیں انھیں کے متعلق یہ کہنے لگتا ہے کہ ''آج میں نے یہ خواب دیکھا تھا۔''

اس مضمون سے اجمالاً یہ تو معلوم ہوگیا کہ ''خواب'' کسے کہتے ہیں، مگر اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ اس کو سمجھنے کے لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تحقیق اپنے الفاظ میں ذکر کردیں۔وہ لکھتے ہیں:

خواب کی قسمیں:

خواب کی پانچ قسمیں ہیں۔

بشریٰ۔ملکی۔تخویف شیطان۔حدیث نفس۔تاثرات طبعیہ

بشــــریٰ :انسانی روح جو ہر وقت مادی اور جسمانی کثافتوں میں آلودہ رہتی ہے، اگر کسی وقت اسے خاص اسباب کے تحت......جن کا ادراک بڑے غور وتامل کے بعد ہوسکتا ہے......ان حجابات سے آزادی ملتی ہے، تو اس میں منبع الخیر والجود کی جانب سے کمالِ علم کے فیضان کی استعداد ابھر آتی ہے اور آدمی اِس قابل ہوجاتا ہے کہ خدا کی جانب سے مسلسل برسنے والے علمی وروحانی کمالات کا مرکز بن کر مـلأ اعـلیٰ کے علوم کو اپنے اندر

جذب کر سکے۔اس وقت وہ گویا فقط روح بن کے عالم آخرت سے...... جہاں کی وہ اصل باشندہ ہے......اپنا رشتہ قوی کر لیتا ہے، ایسی حالت میں حسب لیاقت اس پر اللہ کی جانب سے گونا گوں بشارتوں کا موسلا دھار فیضان ہونے لگتا ہے، یہ کیفیت جب بحالت خواب ہوتی ہے تو اسی کو بُشْـــــریٰ کہتے ہیں (اور اگر بیداری کے عالم میں ہو تو الہام کہلاتی ہے) بشریٰ درحقیقت خدا کی جانب سے تعلیم ہوتی ہے، اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کی منامی معراج ہے، جس میں آپ نے خدا کو ایک شکل جمیل میں دیکھا اور خدا نے کفارے اور درجات کا علم بخشا۔اسی طرح وہ منامی معراج بھی جس میں آپ نے مردوں کے مختلف احوال کا مشاہدہ کیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔آئندہ ہونے والے واقعات خواب میں منکشف ہونا بھی بشریٰ ہی کی قبیل سے ہے۔

ملکی خواب:انسان میں نیک و بد ہر قسم کی مختلف استعدادیں موجود ہیں، لیکن ان کا حسن و قبح ہر شخص پر منکشف نہیں ہوتا۔علم کے درجے میں تو ہر شخص واقف ہے کہ فلاں استعداد بھلی ہے اور فلاں بری۔لیکن اس کی اچھائی اور برائی کا مشاہدہ ہر انسان کے بس میں نہیں، جن لوگوں کی ملکوتی استعداد یا آسان لفظوں میں ''فرشتہ پن'' بہت قوی ہو چکا ہو، انھیں نیکیاں اور بدیاں مختلف مثالی صورتوں میں نظر آتی ہیں، مثلاً ایسا شخص خدا کو خواب میں دیکھتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کو اس صورت میں دیکھا، کبھی آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے قلب میں جو آپ کی محبت موجزن ہے اور آپ کے نقوشِ قدم کا اتباع کرتا ہے اس کو آپ کی صورت میں دیکھا، اپنی طاعات وحسنات کو بھی وہ مختلف نورانی صورتوں میں دیکھتا رہتا ہے، ایسے شخص کو اور بھی اچھی چیزیں مثلاً دودھ، گھی، شہد وغیرہ نظر آتی ہیں، یہ بھی مختلف محاسن کی مثالی شکلیں ہیں...... یہاں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کو یا پیغمبر اور ملائکہ کو بری صورت یا غصہ کی حالت میں دیکھے تو یقیناً اس کے اعتقاد وعمل میں کوئی

خرابی ہے اور اس کے نفس کی تہذیب اور تزکیہ ابھی خوب نہیں ہوا ہے۔

تخویفِ شیطانی :اس خواب میں سونے والے کو خوفناک جانور اور وحشتناک مناظر دکھائی دیتے ہیں، مثلاً بندر، ہاتھی، کتا، کالے کالے آدمی، یہ خواب در حقیقت شیطان کے تصرف کا اثر ہوتا ہے، ایسا خواب جب نظر آئے تو أعوذ باللہ پڑھ کر تین بار بائیں جانب تھتکار دے۔

حدیثِ نفس:نفس کے وہ وساوس جن کی عادت انسان کو بحالت بیداری پڑی رہتی ہے اور وہ ذہن کے گوشوں میں دبے پڑے ہوتے ہیں، وہی خواب میں نمودار ہوجاتے ہیں، جیسے ایک شخص جو دن بھر آم بیچتا رہتا ہے اور اس کا ذہن اسی میں مستغرق رہا کرتا ہے، جب سوتا ہے تو اس حالت میں آم ہی بیچتا رہتا ہے، یہی ''حدیثِ نفس'' ہے۔

تاثراتِ طبعیہ :اس قسم کے خواب بدن کے نظام میں کسی اختلال اور صحت کی خرابی کی حالت میں نظر آتے ہیں، مثلاً بدہضمی کی حالت میں خوفناک اور آوارہ خواب بہت نظر آتے ہیں، یا سونے کی حالت میں سینے یا گلے پر ہاتھ پڑا ہوتو خواب میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص بدن پر سوار ہو کر زور سے بھینچ رہا ہے۔

ان میں بعض خواب تو بالکل صورتِ واقعہ اور حقیقتِ ثابتہ ہوتے ہیں جن کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اور بعض محتاج تعبیر ہوتے ہیں، مثلاً ''بشریٰ'' اور ''ملکی خواب'' ان کے علاوہ تخویف شیطانی، حدیث نفس اور طبعی اثرات کی کوئی تعبیر نہیں۔ تعبیر پر گفتگو آگے آرہی ہے۔

رویاءِ صالحہ کا درجہ :بشریٰ اور ملکی خواب دونوں کو احادیث میں ایک لفظ رویاء صالحہ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ دونوں خواب کی قسمیں نبوت کی شاخ ہیں، کیونکہ یہ درحقیقت فیضانِ غیبی اور قربِ خداوندی کی ایک صورت ہے جو کہ نبوت کی اصل بنیاد ہے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات وارد ہیں:

عن أنس بن مالكٍ أن رسول الله ﷺ قال: الرویاء الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة وأربعين جزءاً من النبوة.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھے آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔(بخاری شریف)

عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لم يبق من النبوة إلا المبشرات، قالوا وما المبشرات؟ قال الرؤيا الصالحة (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ نبوت تو ختم ہوگئی البتہ اس کا ایک حصہ مبشرات باقی ہے، صحابہ نے عرض کیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھے خواب!

خواب کے باب میں لوگوں کے تین درجے ہیں:

(۱) **انبیاء**: ان کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں، البتہ ان میں کبھی کبھی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) **صالحین**: ان کے بیشتر خواب سچے ہوتے ہیں، اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی تعبیر کی بھی حاجت نہیں ہوتی، بلکہ ہو بہو صادق ہوتے ہیں۔

(۳) انبیاء وصالحین کے ماسوا لوگوں کے خواب صحیح اور غلط ہر طرح کے ہوتے ہیں، ان میں بھی تین ہی درجات ہیں۔(ا) مستور الحال: ان کے یہاں صحیح اور غلط کا توازن یکساں رہتا ہے۔(ب) فاسق: اس کے خواب زیادہ تر مہمل ہوتے ہیں، کوئی کوئی صحیح بھی ہوجاتا ہے۔(ج) کفار: ان کے خواب تو بس شاذ ونادر ہی صحیح ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ **أصدقهم رؤياً أصدقهم حديثاً**، جو قول میں جتنا سچا ہوگا اس کے خواب اسی مناسبت سے سچے ہوں گے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ سچا اور نیک

مسلمان وہ ہے جس کے حالات صداقت ودیانت میں انبیاء کے حالات کے مشابہ ہیں، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ان مغیبات اور مخفی امور کے علم واطلاع سے نوازتے ہیں جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، اور کافر وفاسق یا گنہگار مسلمان اس نوع کے اکرام سے محروم رہتے ہیں۔ (فتح الباری، ج:۱۲،ص:۳۰۵)

مبشرات نبوت کا ایک حصہ ہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح نبوت کے ذریعہ نبی کو علوم غیبیہ کی اطلاع بخشی جاتی ہے ایسے ہی خواب میں مومن صالح پر بھی بعض مخفی امور منکشف کردئے جاتے ہیں، البتہ نبوت میں وہ علوم قطعی اور واجب الایمان ہوتے ہیں، اس کے برخلاف خواب محض ایک ظنی اور غیر قطعی چیز ہے، جو قواعدِ شرعیہ کے موافق ہو تو قبول، ورنہ محتاجِ تعبیر یا مردود۔

خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کیوں کہا گیا؟ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وحی کی ابتداء رویاء صالحہ سے ہوئی ہے اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک چلتا رہا، پھر یہ وحی منامی بیداری میں منتقل ہوگئی جس کا تسلسل تاحین وفات ۲۳ ؍سال تک قائم رہا، اس صورت میں نصف سال کی وحی منامی یعنی رؤیا صالحہ کا تناسب ۲۳ ؍سال کی وحی نبوت کے ساتھ دیکھا جائے تو ۴۶/۱ کی نسبت قائم ہوتی ہے، یہ توجیہ بہت عمدہ ہے، مگر بعض صحیح احادیث میں خواب کو نبوت کا سترواں جز بھی فرمایا گیا ہے، تاہم علماء نے اس میں بھی تطبیق کی صورت بیان کی ہے، وہ یہ کہ یہ فرق خواب دیکھنے والوں کے اعتبار سے ہے، صدیقین کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اور عام مومنین صالحین کا سترواں حصہ۔

(فتح الملهم، ج:۱،ص:۳۰۷، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

خواب کے آداب:

إذا رأى أحدكم رؤياً يحبها فإنما هي من الله فليحمدالله عليها وليحدث بها وإذا رأى غير ذٰلك مما يكره فإنما هي من الشيطان

فليستعذ من شرها ولا يذكرها لأحدٍ فإنها لاتضره۔

اگر کوئی شخص خوش کن خواب دیکھے تو یہ اللہ کی جانب سے ہے، اس پر اللہ کا شکر بجا لائے اور اس کو بیان کردے، اور اگر اس کے علاوہ ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطانی اثر ہے، اس کے شر سے پناہ چاہے اور کسی سے ذکر نہ کرے، اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (بخاری شریف)

عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الرؤيا الصالحة من الله والحلم من الشيطان فإذا حلم فليتعوذ منه وليبصق عن شماله فإنها لاتضره۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کے اثر سے، اگر کسی کو برا خواب نظر آئے تو اعوذ باللہ پڑھ لے اور بائیں طرف تھتکار دے، اسے کوئی ضرر نہ ہوگا۔

الرؤيا ثلٰثة. فالرؤياالصالحة بشرىٰ من الله، وحديث نفس وتخويف الشيطان فمن رأى شيئاًيكرهه فلايقص علىٰ أحد وليقم فليصل (مسلم شریف) **وفى روايةٍ لمسلمٍ وليتحول عن جنبه الذى كان عليه۔**

خواب تین ہیں، اچھے خواب اللہ کی جانب سے بشارت ہیں، دوسرے حدیث نفس، تیسرے تخویف شیطان، اگر کوئی شخص خواب میں ناگوار چیز دیکھے تو اس کو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھ لے۔ اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ پہلو بدل ڈالے۔

ان احادیث سے خواب کے چند آداب معلوم ہوئے، اگر اچھا خواب دیکھے تو (۱) اللہ کا شکر بجالائے، (۲) اس سے خوش ہو، اپنے احباب سے بیان کردے، اور اگر برا خواب دیکھے تو (۱) اس خواب کے اور شیطان کے شر سے پناہ چاہے۔ حدیث میں استعاذہ کے الفاظ وارد ہیں جنھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمایا

تھا:أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ غَضَبِهِ وَعَذَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ أَنْ يَّحْضُرُوْن ۔(٢) بائیں جانب تین بارتھتکار دے،(٣) کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے،(٤) اٹھ کر نماز پڑھ لے،(٥) پہلو بدل لے...... برے خواب سے بچنے کے لئے حسب ذیل امور کا التزام کرنا مفید ہے۔

جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے۔ جھوٹے آدمی کا خواب سچا نہیں ہوتا۔ باوضو دائیں کروٹ پرسوئے،سوتے وقت سورۂ والشمس،والليل ، والتين ،سورہ اخلاص ،معوذتین پڑھ لے،اور یہ دعا بھی پڑھ لیا کرے: أَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَيِّ الْاَحْلَامِ وَأَسْتَجِيْرُ بِکَ مِنْ تَلَاعُبِ الشَّيْطَانِ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ أَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُکَ رُؤْياً صَالِحَةً صَادِقَةً نَافِعَةً حَافِظَةً غَيْرَ مُنْسِيَةٍ أَللّٰهُمَّ أَرِنِیْ فِی الْمَنَامِ مَاأُحِبُّ۔

تعبیر خواب:

آدمی جب کوئی خواب دیکھتا ہے تو فطرۃً اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس کا مطلب اور تعبیر معلوم کرے، کیونکہ ہر خواب بالکل ظاہر نہیں ہوتا بلکہ بیشتر خواب تو مبہم اور محتاج تعبیر ہی ہوتے ہیں، یہ جذبہ اور خواہش کچھ مذموم بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد اپنے اصحاب سے خواب دریافت فرماتے اور ان کی تعبیر ارشاد فرماتے، خود رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اپنے خواب ذکر کرتے ،بعض اوقات اس کی تعبیر بھی آپ نے کسی کسی صحابی سے دریافت فرمائی ہے، تاہم تعبیر دریافت کرنے کے باب میں خواب دیکھنے والے کو بہت احتیاط کرنی چاہئے، ہر ایک سے نہ پوچھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو ہر ایک سے نہ بیان کردے بلکہ اسی شخص سے ذکر کرے جس کو اس سے محبت اور تعلق ہو،اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اور سے بیان کردیا تو ممکن ہے کہ وہ حسد اور عناد کی وجہ سے کوئی ناگوار اور غلط تعبیر بتادے اور پھر وہی ہوجائے یا کم از کم تھوڑی

دیر ہی کے لئے سہی خواب دیکھنے والا رنج وغم میں مبتلا ہو جائے، (فتح الباری) کیونکہ بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ پہلے شخص نے جو تعبیر بتائی وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، پڑ جاتی ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے:

الرؤيا علىٰ رجل طائر مالم تعبر فإذا عبرت وقعت۔

خواب آدمی پر ایک اُڑتی چڑیا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی جائے، تعبیر کے بعد خواب پڑ جاتے ہیں۔

غالبًا یہی وجہ ہے، برے خواب کو بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ نہ تعبیر دی جائے گی اور نہ پڑے گی۔ پس اس طرح اس کے ضرر سے آدمی محفوظ رہ جائے، ورنہ اگر اس نے کسی سے بے صبر ہو کر بیان کر دیا اور اس نے الٹی سیدھی تعبیر دے دی تو اس کو ضرر پہونچ جانے کا اندیشہ ہے۔ صاحب فتح الباری نے دارمی کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ کی ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی، اس نے بتایا کہ میرے شوہر تجارت کے سلسلہ میں باہر گئے ہوئے ہیں اور میں حمل سے ہوں، میں نے خواب دیکھا کہ گھر کا ستون ٹوٹ کر گر گیا ہے اور مجھے ایک کانا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بہتر ہے، انشاء اللہ تمہارا شوہر صحیح وسالم گھر واپس آئے گا اور نیک لڑکا پیدا ہوگا۔ یہ بات اس نے تین مرتبہ آپ سے دریافت کی، پھر ایک بار جو حاضر ہوئی تو آپؐ باہر تشریف فرما تھے، میں نے اس سے حال دریافت کیا، اس نے اپنا خواب کہہ سنایا، میں نے کہا: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارا شوہر مر جائے گا اور لڑکا بدکردار پیدا ہوگا، یہ سنا تو وہ بیٹھ کر رونے لگی، اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے، آپ نے صورت حال معلوم کرنے کے بعد فرمایا یہ تم نے کیا کہہ دیا عائشہ! جب مومن کو خواب کی تعبیر بتاؤ تو بہتر بتاؤ، کیونکہ خواب تعبیر کے مطابق ہو جایا کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس کا شوہر صحیح وسالم واپس آ گیا،(فتح الباری، ج:۱۲،ص:۳۶۲) اگر کسی سے تعبیر دریافت کی اور اس نے ناپسندیدہ تعبیر بتادی تو فوراً کسی اور سے پوچھ لے جو صحیح اور بہتر بتلا سکے اس سے انشاء اللہ تلافی ہوجائے گی۔تعبیر بتلانے والا خواب سننے کے بعد یہ کہے **خیر لنا و شر لأعدائنا** ،اور سورج کے طلوع وغروب کے وقت اور زوال کے وقت نیز رات میں تعبیر بتلانا مناسب نہیں ہے۔(فتح الباری)

تعبیر کا عمدہ اصول یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کونسی چیز کس معنی اور حقیقت کی صورت مثالیہ ہوسکتی ہے، مثال کے طور پر کبھی ذہن مسمّی سے اسم کی جانب منتقل ہوتا ہے، جیسے ایک بار آنحضرت ﷺ نے یہ خواب دیکھا کہ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہوں، اور میرے پاس ابن طاب کے باغیچہ کی کھجوریں لائی گئی ہیں تو آپ ﷺ کا خیالِ مبارک رافع سے رفعت کی جانب اور طاب (بمعنی پاکیزہ) سے پاکیزگی کی جانب منتقل ہوا، اور تعبیر ارشاد فرمائی کہ ہمارے لئے دنیا وآخرت میں بلندی ہوگی اور ہمارا دین نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے، اور کبھی شئے سے اس کے متعلقات مراد ہوتے، مثلاً خواب میں تلوار دیکھے تو اس کی تعبیر مثلاً لڑائی ہے، اور کبھی ذہن کسی وصف سے اس کے کسی خاص جوہر کی جانب منتقل ہوتا ہے جیسے مال وزر کے حریص کو آنحضرت ﷺ نے سونے کے کڑے کی صورت میں دیکھا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ)

خواب میں زیارتِ نبوی:

یہ گفتگو تو عمومی خواب کے متعلق کی گئی ہے، مگر ایک خاص نوع کا خواب جس کی خواہش ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے یعنی رسولِ پاک ﷺ کی زیارت، اس کے لئے مستقل کلام کی ضرورت ہے، ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی چنگاری بھی ہوگی اس کا دل یقیناً تڑپتا ہوگا کہ کاش کسی طرح آنحضرت ﷺ کی زیارت سے شرف اندوز ہوجائے، اب وہ دیدوزیارت تو ممکن نہیں جس کی سعادت حضراتِ صحابہ کو حاصل تھی......نہ

سہی......کم از کم خواب میں ہی شرفِ دید حاصل ہو جائے ،عشاق کی ایک جماعت نے اس کے لئے بڑی محنتیں کی ہیں، وظیفے پڑھے ہیں، دعائیں کی ہیں، اور ایک بار بھی یہ سعادت نصیب ہوگئی ہے تو اس پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔امت میں کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہوئے ہیں جنھیں تقریباً ہر روز یا بہت جلد جلد یہ سعادت میسر آتی رہی ہے، علماء محققین کے نزدیک خواب میں آپ کی زیارت گو باعثِ قرب اور وجہِ ثواب نہیں ہے تاہم باعثِ برکت اور فالِ نیک ضرور ہے۔خواب چونکہ اختیاری نہیں ہوتا اس لئے اللہ کے قرب ورضا میں اس کا کچھ بھی دخل نہیں ہوسکتا، اللہ کی رضا اور قرب کا تعلق انسان کے اختیاری اعمال سے ہے تاہم وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنھیں یہ سعادت میسر ہے۔لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہر کسی کو میسر ہو بھی نہیں سکتی، آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ رؤیا صالحہ کے لئے علماء نے کچھ شرائط لکھے ہیں۔مثلاً سچا ہونا، سیرت و کردار میں انبیاء کی سیرت کے مشابہ ہونا، بشری کثافتوں سے بہت حد تک صاف ستھرا ہونا، یہ شرطیں عام رؤیا صالحہ کے لئے ہیں۔اس سے اندازہ کر لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کے لئے کیا کچھ شرطیں ہوں گی، تجربہ یہ ہے کہ جن خوش نصیب بندوں کو زندگی کے ہر ہر لمحہ میں اتباعِ سنت کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور جنھوں نے درود شریف کی کثرت کر کے آپ کے ساتھ اپنی نسبت قوی کر لی ہو، گناہوں سے بہت اجتناب کرتے ہوں، تقویٰ ان کی زندگی کا شعار ہو، زُہد و ورع میں ممتاز ہوں، حرام روزی سے ان کا شکم آلودہ نہ ہو، رسول اللہ ﷺ سے والہانہ شیفتگی ہو اور فدائیانہ جذبہ محبت رکھتے ہوں، امت کی خیر خواہی کا سچا جذبہ ان کے دل میں جوش زن ہو، کچھ ایسے ہی خوش بخت وسعادتمندوں کو آپ کی زیارت و دید سے شادکام کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ آنحضرت ﷺ کی زیارت خواب میں ہوسکتی ہے، اور بزرگوں کو ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قال النبی ﷺ من رانی فی المنام فقد رانی فإن الشیطان لایتخیل بی ورؤیا المومن جزءٌ من ستةٍ وأربعین جزءاً من النبوة .

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت میں متخیل نہیں ہوسکتا اور مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری شریف)

قال ابوقتادة قال النبی ﷺ من رانی فقد رأی الحق۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ٹھیک دیکھا (یعنی اس کا خواب سچا ہے) (بخاری شریف)

عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة أو قال فکأنما رانی فی الیقظة ولایتمثل الشیطان بی ۔ (مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری کی حالت میں مجھے دیکھے گا، یا یہ فرمایا کہ اس نے گویا مجھے بحالت بیداری دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

یہ تین احادیث ہم نے نقل کی ہیں، اس مضمون کی اور بھی حدیثیں موجود ہیں، پہلی اور دوسری حدیث صاف وضاحت کررہی ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت ﷺ کی زیارت بحالت خواب کی تو یقیناً اسے آپ ہی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس میں شیطان کے کسی تصرف کا دخل نہیں ہے، اس کا یہ خواب رویا صالحہ ہے، اسے یہ کہہ کر نہیں ٹالا جاسکتا کہ ممکن ہے اس کے تخیل کا اثر ہو، البتہ یہ مسئلہ قابلِ تحقیق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت خواہ کسی شکل وشباہت میں ہو، وہ آپؐ ہی ہوں گے، یا اس کے لئے خاص اس حلیہ

شریف میں زیارت ہونا شرط ہے جس میں آپ بحالِ حیات تھے، اس سلسلے میں علماء کا قدرے اختلاف ہے۔امام بخاریؒ نے علامہ محمد بن سیرینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

إذا رأى في صورته۔ یہ اس وقت ہے جبکہ آپ کو خاص حلیہ شریف میں دیکھے۔

چنانچہ جب محمد بن سیرین سے کوئی یہ بیان کرتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے تو آپ اس سے حلیہ دریافت فرماتے، اگر وہ کوئی غیر معروف حلیہ بیان کرتا تو فرمادیتے کہ تم نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا۔اس کی تائید حاکم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ عاصم بن کلیب کے والد نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت کی ہے، فرمایا کہ حلیہ بتاؤ، انھوں نے بتایا کہ میں نے حضرت حسن بن علیؓ کے مشابہ دیکھا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ٹھیک ہے، تم نے واقعی زیارت کی۔(فتح الباری، ج:۱۲،ص:۳۲۳)

ماضی قریب کے علماء میں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب فرزند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا بھی مسلک یہی تھا کہ آپ کی زیارت اسی وقت معتبر ہوگی جب بعینہٖ آپؐ کے مخصوص حلیہ شریف میں ہو۔اس کی دلیل یہ ہے کہ:

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: من رانی فی المنام فقد رانی فإن الشیطان لایتمثل بصورتی ۔یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھ کو دیکھا، اس واسطے کہ شیطان میری صورت کے مشابہ نہیں بن سکتا۔اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: الشیطان لایسمی بی ،یعنی میرے نام کو شیطان اپنا نام نہیں ظاہر کرسکتا۔اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: لایدعی منصب نبوتی ،یعنی شیطان دعویٰ میرے منصب نبوت کا نہیں کرسکتا۔اور اسی وجہ سے بعض محققین نے کہا ہے کہ بوقت وفات جو صورت آنحضرت ﷺ کی تھی اس صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں

بنا سکتا، اور بعض محققین نے کہا ہے کہ عام طور پر زمانہ ظہور نبوت سے تا وفات جب جو صورت آنحضرت ﷺ کی رہی ہو اس میں سے کسی وقت کی صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں بنا سکتا، اور بعض محققین نے اس سے بھی عام کر دیا ہے اور کہا ہے کہ تمام زمانہ حیات میں آنحضرت ﷺ کی جب جو صورت رہی ہو اس میں سے کسی وقت کی صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں بنا سکتا، اور محققین نے اِس قول کو مرجوح اور ضعیف کہا ہے کہ کوئی شخص اچھی بری جو صورت خواب میں دیکھے اور یہ گمان خواب میں کر لے کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں تو وہ خواب صحیح ہوگا۔ (سرورِ عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی، ص:۱۹۶)

لیکن اکثر علماء کا خیال اس کے برعکس یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کسی صورت میں دیکھے اس کا خواب سچا ہوگا، اور اس نے حقیقۃً آپ ہی کی زیارت کی، ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ:

قال رسول الله ﷺ من رانی فی المنام فقد رانی فإنی أری فی کل صورةٍ۔ (فتح الباری، ج:۱۲، ص:۳۲۳، زرقانی علی المواہب، ج:۵، ص:۲۹۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ میں ہر صورت میں دیکھا جا سکتا ہوں۔

اس میں گو ایک راوی میں قدرے ضعف پایا جاتا ہے، تاہم روایت مقبول ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی صورت میں بھی آپ کی زیارت ہو وہ حق اور صحیح ہے، تاہم اس میں یہ تفصیل پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ اگر بعینہٖ آپ کے مخصوص حلیہ مبارک کو دیکھا ہے تو اس خواب میں کسی تعبیر کی ضرورت نہیں ہے، اسے درحقیقت آپ کی زیارت ہوگئی، اور اگر کسی اور صورت میں دیکھا ہے تو اس میں تعبیر درکار ہوگی، اور ذکر کردہ دونوں حدیثوں کا صحیح مطلب یہی ہے کہ آپ کی زیارت خواہ کسی حال میں ہو، باطل اور خوابِ پریشاں نہیں ہے بلکہ درست اور حقیقت ہے، اور اگر آپ کو معروف صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں

دیکھے تو اس کو شیطان کے تصرف کا نتیجہ قرار دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ اللہ کی جانب سے سمجھنا چاہئے، یہی قاضی ابوبکر باقلانی کا بھی قول ہے، اس کی تائید آپ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ: **فقد رأى الحق** ۔یعنی وہ سچی بات دیکھی جو اس خواب دیکھنے والے کو بتانی مقصود تھی پس اگر وہ ظاہر ہے تو خیر، ورنہ اس کی تعبیر معلوم کرنے کی فکر کرے اور اسے مہمل نہ سمجھے، کیونکہ وہ کسی بہتر امر کی بشارت ہے، یا کسی شر سے انذار، اور پھر انذار کا مقصد یا تو یہ ہے کہ دیکھنے والا ڈرے، یا (کسی عمل سے) پرہیز کرے، یا اس کو کسی دینی یا دنیاوی حکم پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔

(قرطبی بحوالہ (فتح الباری، ج:۱۲،ص:۳۲۴)

حافظ ابن حجر نے شیخ ابومحمد بن **ابی جمرہ** کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''شیطان آپ کی صورت میں متمثل ہونے پر قادر نہیں، اگر کسی شخص نے آپ کو عمدہ شکل وصورت میں دیکھا تو یہ خواب دیکھنے والے کے حسن حال اور دینداری کی علامت ہے، اور اگر آپ کے کسی عضو میں کوئی عیب یا زخم وغیرہ دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دین میں کچھ خلل اور خرابی ہے، حق یہی ہے اور اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔ اس طریقہ میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ دیکھنے والے کو اپنے دین ودیانت کی پختگی اور خامی وغیرہ کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مثال روشن آئینہ کی سی ہے، جس میں دیکھنے والا اپنے محاسن ومعائب کو دیکھ لیتا ہے، خود آئینہ میں کوئی عیب اور نقص نہیں ہوتا، جو کچھ فتور نظر آتا ہے وہ اس دیکھنے والے کا عیب ہے، اس نے آپ کے آئینہ میں خود اپنی صورت دیکھی ہے، یہی گفتگو آپ کے کلام کے متعلق بھی ہے، یعنی خواب میں اگر آپ نے کوئی بات فرمائی تو اس کا موازنہ احادیث سے کیا جائے گا، اگر اُن کے مطابق ہے تو تسلیم، ورنہ سننے والے میں کوئی نقص ہے (فتح الباری)

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ شیطان آپ کی صورت بنانے پر کیوں قادر نہیں ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سراپا ضلالت ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا ہدایت! آپ کی بعثت کا مقصد ہی بندوں کو سیدھی راہ بتانا ہے، اگر شیطان کو آپ کی صورت میں آنے کی قدرت حاصل ہوجائے، تو ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔ پھر وہ دین وایمان کا رہزن آپ کی صورت میں آ آ کر بندوں کو فریب پر فریب دے گا اور سننے اور ماننے والے اس کی باتوں کو رسول اللہ ﷺ کے فرمودات یقین کر کے بے تکلف اس پر عمل کرتے چلے جائیں گے۔ اس صورتِ حال کے بعد تو خود آپ کے کسی ارشاد اور وحی پر اعتماد باقی نہ رہ جائے گا، ہر جگہ اس شبہ اور احتمال کی گنجائش نکل آئے گی کہ ممکن ہے شیطان نے آپ کی صورت میں آ کر یہ بات کہہ دی ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کی رسالت معطل و ناکارہ ہوکر مٹ جائے گی نعوذ باللہ، اس لئے شیطان کو اللہ نے بیداری و خواب کسی حال میں آپ کی صورت بنانے پر قدرت نہیں دی، تا کہ آپ کی جانب سے جو علوم واحکام حاصل ہوں ان کے قطعی اور یقینی ہونے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ (زرقانی)

تیسری حدیث جو ہم نے مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة أو قال فكأنما رآنی فی الیقظة ۔ (مسلم شریف)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری کی حالت میں مجھے دیکھے گا، یا یہ فرمایا کہ اس نے گویا مجھے بحالت بیداری دیکھا۔

بخاری شریف میں صرف فسیرانی فی الیقظة کا جملہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے، کیا جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ حقیقۃً اسی دنیا میں بحالت بیداری زیارت سے مشرف ہوگا؟ امام ابوالعباس قرطبیؒ نے اس مفہوم کو بڑی شدت سے رد کیا ہے، پھر کیا مطلب ہے؟ اگر یہ بات آپ نے اپنے زمانہ والوں کے متعلق فرمائی ہو کہ جس نے میری

حیات میں مجھے خواب میں دیکھا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے بہت جلد میری ملاقات کا بیداری میں شرف حاصل ہوگا، تب تو بات آسان ہے، لیکن اس کا کوئی قرینہ روایات میں موجود نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو مطلب بہت دل لگتے تحریر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد تشبیہ وتمثیل ہے جیسا کہ فکأنما رانی فی الیقظة (گویا کہ اس نے بیداری میں دیکھا ہے) کے الفاظ اس بات کا واضح قرینہ رکھتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ خواب کی زیارت بھی ایسی ہی حق اور درست ہے جیسی بیداری کی!

دوسرے یہ کہ بیداری میں دیکھنے سے مراد آخرت میں دیکھنا ہے یعنی جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ کل انشاء اللہ آخرت میں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہوگا، گو اور مومنین بھی آپ کی زیارت سے اس دن مشرف ہوں گے، مگر جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اہل ایمان اپنی شامت اعمال کے باعث حضور ﷺ کے پاس جانے سے روک دئے جائیں گے، کیا عجب ہے کہ وہ زیارت سے بھی محروم ہو جائیں، لیکن یہ شخص انشاء اللہ اس سعادت سے محروم نہ ہوگا، نیز اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی موت ایمان کی حالت میں آئے گی۔

بہر حال اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی زیارت خواہ کسی ہیئت وحالت میں ہو، حق ہے۔ اور دیکھنے والے کے حق میں تعبیر کے لحاظ سے فالِ نیک ہے اور انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

خواب میں خدا کی زیارت:

خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس پر سب متفق ہیں کہ اللہ کا دیدار خواب میں ہوسکتا ہے، اگر چہ یہ زیارت کسی ایسی صورت میں ہو جو بارگاہِ قدس کے مناسب نہ ہو، کیونکہ خواب میں جو چیز سونے والے نے دیکھی ہے ظاہر ہے کہ وہ خدا کی ذات نہیں ہے، دنیا میں رہ کر انسان کے لئے خدا کی ذات کا دیدار ممکن نہیں

ہے، خواہ بیداری میں ہو یا خواب میں۔ خواب میں جو کچھ دیکھ کر اس نے خدا تعالیٰ کا گمان کیا ہے وہ درحقیقت ایک مثال اور خیال ہے، جو سونے والے کے ذہن و دماغ میں مرکوز تھا، اسی کو اس نے متشکل دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کو دنیا میں کوئی شخص دیکھ تو سکا نہیں ہے، اور نہ ایسا ممکن ہے، کیونکہ وہاں مادیت وجسمانیت کا کوئی گزر نہیں ہے جسے ہماری آنکھیں دیکھ سکیں، لیکن اس کے باوجود ہر شخص اپنے دل میں اللہ کے متعلق کوئی نہ کوئی نقشہ جماتا اور خیال باندھتا ہے، درحقیقت اس کا خیال ایک موہوم تصویر ہے جس کو ذاتِ خداوندی سے کوئی مناسبت نہیں ہے، مگر آدمی اپنی عقل و اندازے کے بقدر اللہ کی عظمت شان کے پیش نظر کوئی تصور لئے رہتا ہے، خواب میں وہی تصور جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ یہ خواب ہمیشہ تعبیر کا محتاج ہوتا ہے، مثلاً کسی نے اللہ کو خواب میں اچھی حالت اور صورت میں دیکھا تو اسے خوشخبری حاصل ہوگی، یا کسی نے اس حال میں دیکھا کہ اس پر ڈانٹ پڑ رہی ہے تو یہ اس کے گنہگار ہونے کی علامت ہے، یا کسی نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بچھونے میں آگیا ہے اور اسے مبارکباد دے رہا ہے، تو اس کو اللہ کی جانب سے بزرگی اور رحمت ملے گی۔ وغیرہ، (زرقانی وتعبیر الرؤیا لابن سیرین)

خواب کا شرعی حکم:

اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خواب حجت شرعی نہیں ہے، یعنی کسی نے مثلاً خواب میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور آپ نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا تو صرف اس خواب کو دلیل بنا کر اس پر عمل کر ڈالنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ امر یا نہی دلائل شرعیہ کے موافق ہے یا مخالف؟ اگر موافق ہو تو ضرور کر گذرے ورنہ اپنی ذات میں نقصان اور کوتاہی سمجھ کر اللہ سے استغفار کرے، کیونکہ خواب کی حالت مشتبہ ہے، اس میں حقائق شرعیہ کا صحیح ادراک مشکل ہے۔ شریعت کے جو قواعد قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب ہو چکے ہیں ان کی مخالفت محض خواب یا کشف کی بنا پر جائز نہیں ہے۔ اس

مسئلہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کا ایک فتویٰ نہایت عمدہ اور جامع ہے۔ہم اس کا ضروری حصہ قدرے تسہیل کے ساتھ درج کرتے ہیں:

کسی نے شاہ صاحب کے پاس سوال بھیجا کہ برہان شاہ کا لڑکا علیل تھا، طاہر قمی رافضی نے اس سے کہا کہ تم مذہب شیعہ امامیہ اختیار کرلو تو تمہارے لڑکے کو شفا ہوگی۔ برہان شاہ نے خواب میں جناب رسالتمآب ﷺ کی زیارت کی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہارے لڑکے نے شفا پائی، طاہر کے قول پر عمل کرو۔ یہ واقعہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے، اس خواب کی توجیہ فرمائیں۔شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''مہربان من! یہ سوال و اشکال کئی مرتبہ فقیر کے سامنے پیش کیا جاچکا ہے،اور اس کے جواب میں کئی مضامین لکھ چکا ہوں، لیکن فقیر کو نہ اب وہ یاد ہیں اور نہ اس کی کوئی نقل موجود ہے، لیکن اب جو مضمون لکھا جاتا ہے وہ اشکال رفع کرنے کیلئے کافی ہے، بلکہ اس سے اور بھی کئی مشہور اشکال رفع ہوجائیں گے۔پہلے ایک مقدمہ بطور تمہید کے سمجھ لینا چاہئے ،اس کے بعد اشکال حل کرنے کی جانب متوجہ ہونا مفید ہوگا۔

وہ مقدمہ یہ ہے کہ سببِ علم ہم لوگوں (اہلسنت) کے نزدیک تین ہیں: حواسِ سلیم، خبر صادق، اور عقل۔ہم لوگوں کے نزدیک الہام اسبابِ علم میں سے نہیں ہے کہ اس سے کسی چیز کی صداقت کا ثبوت ہو، ایسا ہی عقائد نسفیہ اور اس کی شرح میں ہے۔اور فقہاء کا قول ہے کہ شرعی دلائل چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔غرض یہ کہ الہام، کشف اور خواب جو ان دونوں قسم کے دلائل کے مقابلہ میں نہایت کمزور ہیں، نہ کسی حکم شرعی کے لئے دلیل بن سکتے اور نہ امورِ واقعی کے لئے، بلکہ جو کشف، الہام اور خواب مذکورہ بالا دلائل کے خلاف ہوں وہ رد کردینے کے قابل ہیں، ان کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے اور انھیں ساتوں دلائل کی جانب رجوع کرنا ضروری ہے، کیونکہ الہام، کشف اور خواب تینوں میں غلطی کا احتمال ہے، اسے کوئی غلط فہمی ہوگئی ہو یا نقل کرنے والوں کو کچھ اشتباہ ہو۔ پھر اس غلطی اور اشتباہ کا

تدارک ممکن نہیں ہے، اور مذکورہ بالا دلائل میں غلط فہمی کا احتمال نہیں ہے، اور اگر کہیں غلط فہمی کا احتمال ہو بھی تو اہلِ تحقیق کی کثرت کے باعث اس کا تدارک بخوبی ہوسکتا ہے، چنانچہ **شیخ عز الدین عبد السلام** جو مشاہیر علماءِ شافعیہ میں سے ہیں، ان سے کسی شخص کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اپنی لڑکیوں کے کارِ خیر میں پریشان تھا، جناب رسالتمآب ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ فلاں جگہ خزانہ دفن ہے کھود کر نکال لو اور اس کا خمس نہ ادا کرو، بلکہ پورا خزانہ اپنے تصرف میں رکھو۔ شیخ عز الدین نے اسی قاعدے کے مطابق جواب دیا کہ خمس ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ **فی الرکاز خمس** یعنی رکاز میں خمس ہے۔ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے، اور اس کے راویوں نے بحالت بیداری اور بکمالِ حواس سنا ہے اور نقل کیا ہے، اور اس شخص نے نیند کی حالت میں سنا ہے اور نیند سراپا غفلت ہے، اس حالت میں غلط فہمی کا گمان غالب ہے، اس لئے اس کے خیال کا اعتبار نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اپنے کسی رسالہ میں لکھا ہے کہ فلاں سنہ میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ایک استفتاء وارد ہوا، کسی شخص نے جناب رسالتمآب ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **إشرب الخمر حالاً** یعنی تو فوراً شراب پی۔ ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے، شراب پئے یا نہیں؟ تو وہاں کے علماء نے قطعی طور پر یہی جواب لکھا کہ شراب کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، اور یہ خبر واحد ہے جو نیند کی حالت میں بحالتِ غفلت معلوم ہوئی، اور ایسی حالت غفلت میں غلط فہمی کا سراسر گمان ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے **لاتشرب الخمر** فرمایا ہوگا، یعنی شراب مت پی، اور اس شخص نے غلط فہمی سے **إشرب الخمر** سمجھ لیا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ:

إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه۔

میت پراس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے، انھوں نے آنحضرت ﷺ کی جانب بالقصد غلط بات منسوب نہیں کی، البتہ انھیں غلط فہمی ہوئی۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا گزر ایک یہودی عورت کے پاس ہوا، جو مرگئی تھی، اور اس کے گھرانے کے لوگ اس کے غم میں رورہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اس یہودیہ پر عذاب ہورہا ہے، اور گھر والے رورہے ہیں۔ اس حدیث کے آخری جملہ کو اتصال ومقارنت کی وجہ سے عذاب کا سبب سمجھنا ایک طرح کی غلط فہمی ہے۔ ایسے ہی حدیث کے راویوں سے سننے اور سمجھنے میں بھی غلط فہمی ہوسکتی ہے، لیکن متعدد طریق سے مروی ہونے کے باعث اس غلطی کا تدارک بہت جلد ہوجاتا ہے بخلاف حالت خواب کے، کہ خواب میں سننے والا صرف ایک شخص ہوتا ہے جو خواب دیکھ رہا ہے، اور وہ بھی خواب کے نشے میں مخمور ہے، خواب میں سننے والا کوئی دوسرا تو ہوتا نہیں کہ خواب دیکھنے والے کی غلط فہمی کا تدارک کرسکے۔

یہ تھی تمہید! اب میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے برہان شاہ کو یہ فرمایا ہوگا کہ تیرے لڑکے نے شفا پائی اور تیرا مطلب حاصل ہوا۔ طاہر کے قول پر عمل مت کرنا، اور یہ شخص یعنی برہان شاہ چونکہ اس کے خیال میں طاہر کا قول بھرا ہوا تھا، اس لئے اس کو سنتے ہی اس کو وہم ہوا کہ شاید آنحضرت ﷺ اس کے قول پر عمل کرنے کا حکم فرمارہے ہیں، حالانکہ آپ منع فرمارہے تھے، یہ جواب اس حکایت کا ہے اور از روئے تحقیق یہی جواب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(سرورعزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی، ص:۱۹۱)

شاہ صاحب کے اس مفصل کلام سے خواب کی شرعی حیثیت خوب نکھر کے سامنے آجاتی ہے، اس لئے اب اس پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ سونے والا الفقہاء کے نزدیک مکلّف نہیں باقی رہ

جاتا، اگر اس سے اس حالت میں کوئی فعل صادر ہو تو وہ لغو سمجھا جاتا ہے، مثلاً خواب میں کسی نے بیوی کو طلاق دے دی، قسم کھا بیٹھا، یا زبان سے کوئی کلمۂ کفر نعوذ باللہ بک دیا تو اگر واقعی وہ سو رہا ہے، تو یہ کلام لغو ہے۔ نہ بیوی پر طلاق پڑی، نہ قسم منعقد ہوئی اور نہ وہ کافر ہوا۔ (یہ مسائل معروف ہیں اسلئے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی)

خواب گھڑنا:

جھوٹ باستثنا چند مواقع کے ہر جگہ برا اور گناہ ہے، اس پر کتاب وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں، لیکن گھڑ کر جھوٹا خواب بیان کرنا اور زیادہ سخت ہے، بخاری شریف کی روایت ہے:

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال من تحلم بحلم لم یره کلف أن یقعد بین شعیرتین ولم یقعد (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی خواب گھڑا جسے دیکھا نہیں تھا، تو اسے قیامت کے دن دو جَو میں گرہ لگانے کی تکلیف دی جائے گی اور وہ ایسا نہ کر سکے گا۔

من تحلم کاذباً دفع إلیه شعیرةً وعذب حتیٰ یقعد بین طرفیها ولیس بعاقدٍ۔ (مسند احمد بحوالہ فتح الباری)

جس نے جھوٹا خواب گھڑا، اسے ایک جو دے کر مبتلائے عذاب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کے دونوں کناروں میں گرہ دیدے، لیکن وہ گرہ دے نہ سکے گا۔

جھوٹا خواب گھڑنے کی وعید بیداری میں جھوٹ بولنے سے شدید ہے، حالانکہ بیداری کا جھوٹ بسا اوقات مفاسد اور ضرر میں جھوٹے خواب سے بہت بڑھ کر ہوتا ہے، مثلاً قتل کی جھوٹی گواہی یا مال کی غلط شہادت! اس میں جان و مال کا سخت نقصان ہے، لیکن خواب کا جھوٹ اور بڑھا ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹا خواب اللہ کے اوپر بہتان ہے،

وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اللہ نے اسے وہ کچھ دکھایا جو اس نے نہیں دیکھا۔ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف غلط بات منسوب کرنا اور اس پر جھوٹ بولنا،مخلوق کے اوپر جھوٹ بولنے سے زیادہ سخت ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:هٰـؤُ لَآ ءِ الَّـذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۔ان لوگوں نے اللہ پر جھوٹ کہا۔رہی یہ بات کہ جھوٹا خواب اللہ کے خلاف بہتان کیوں ہے؟ تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں سچے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں جز کہا گیا،اور جو چیز نبوت کا جز ہوگی وہ بلا شبہ خدا کی جانب سے ہوگی۔(فتح الباری،ج:۱۲،ص:۳٦۰)

مطلب یہ کہ جھوٹا خواب گھڑنا درحقیقت جھوٹے دعویٰ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، ہر شخص جانتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد بالخصوص نبوت کا دعویٰ کرنا اللہ کے اوپر کس درجہ زبردست بہتان ہے،اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کے خلاف کتنی کھلی بغاوت ہے، پھر جس چیز کا شجرۂ نسب اس بدترین کفر وضلالت سے مل رہا ہے، اس میں وہی قباحت وشناعت آئے گی۔

☆☆☆☆☆

اس میں قتل ناحق کی قباحت وشناعت، خون مسلم کی حرمت وعظمت اور، قتل ناحق کی سزا وغیرہ کو نہایت تفصیل سے قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور سلفِ صالحین کے واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

سفرِ حج بے اعتدالیاں اوران کی اصلاح؟

آج کل سفر حج سے پہلے، اس کے دوران اور بعد میں جن بے اعتدالیوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس رسالہ میں ان کی نشاندہی کر کے اصلاح کی سعی کی گئی ہے۔

اخلاق العلماء

رسالہ'' اخلاق العلماء ''امام ابوبکر محمد بن حسین آجری المتوفی ۳۶۰ھ کا ترجمہ۔ جس کے مطالعے سے طبیعتوں میں اخلاص، یقین اور خوف آخرت پیدا ہوتا ہے۔ علماء کیلئے خاص چیز!

دینداری کے دو دشمن: حرصِ مال وحب جاہ

علامہ ابن رجب حنبلی کے رسالہ ''ماذئبان جائعان الخ کا ترجمہ، جس میں حرص مال وحب جاہ کی تباہ کاریوں اور اس کے مضرات کا نہایت تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

تکبر اور اس کا انجام

تکبر کی قباحت وشناعت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مفصل کلام!